عبدالقدوس گنگوہیؒ

تلخیص و ترتیب :- عبدالعزیز خطیب رحمانی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ان جلیل القدر اکابر اور نامور صوفیاء میں سے ہیں، جن کا اسمِ گرامی سلسلے کی تاریخ کا ایک جلی عنوان ہے انھوں نے اس سلسلے کے فروغ و ترقی میں جو جدوجہد کی، اس سلسلے کو جس طرح حیاتِ تازہ بخشی، اس کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس سلسلے کے مجدد تھے۔ خود انھوں نے اپنے متعلق ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ "من ایں سلسلہ را رنگے دیگر بخشیدم"۔

ان کی خانقاہ تقریباً چھہتر (۷۶) سال تک رشد و ہدایت کا گہوارہ رہی جس سے ہزاروں انسان سلوک و معرفت کی تربیت حاصل کر کے نکلے اور ہند و پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیل کر علمِ انسانیت کو بلند کیا۔ وہ اپنی تبلیغی جدوجہد اور روحانی تصرف سے انسانی قلوب پر اثر انداز ہوئے اور بگڑے ہوئے انسانوں کو صلاح و تقویٰ سے آراستہ کر کے معرفتِ الٰہی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی لگن ان میں پیدا کی۔

نام و نسب آپ کا اسمِ گرامی عبدالقدوس، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد اسمٰعیل اور آپ کے جدامجد کا نام شیخ صفی الدین تھا، جو امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے۔

شیخ محمدؒ اسمٰعیل ۱۲ ربیع الثانی ۷۸۹ھ کو شیخ صفی الدین کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام آپ نے محمدؐ اسمٰعیل رکھا۔ شیخ محمد اسمٰعیل ابھی چالیس ہی روز کے تھے کہ اتفاق سے حضرت سلطان اشرف جہانگیرؒ سمنانی ردولی تشریف لائے۔ حضرت شیخ صفی الدین نے اپنے صاحبزادے شیخ محمد اسمٰعیل کو ان کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت

سید اشرف سمنانیؒ نے نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے، ہم نے اس کو قبول کیا۔ صاحب "لطائف اشرفی" نے حضرت شیخ اسمٰعیلؒ کا شمار بھی شیخ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے خلفاء میں کیا ہے۔

جب شیخ اسمٰعیلؒ (شیخ گنگوہیؒ کے والد ماجد) علوم رسمیہ اور سلوک کی تکمیل کر چکے تو آپ کے والد نے آپ کا عقد قاضی خاں کی صاحبزادی قاضی دانیال کی ہمشیرہ سے کر دیا۔ یہ خاندان ردولی میں اپنی شرافت و نجابت اور علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز سمجھا جاتا تھا[1]

حضرت شیخ اسمٰعیلؒ کے چار صاحبزادے ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) شیخ عبدالصمد (۲) شیخ عزیز اللہ (۳) شیخ عبدالقدوس (۴) شیخ حبیب اللہ عرف مخدوم مٹھن۔

شیخ محمد اسمٰعیلؒ کا زیادہ تر وقت درس و تدریس، ارشاد و تلقین اور عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں پابندی سے وعظ فرماتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو سروکار نہ تھا فقیرانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔

جب شیخ موصوف کی عمر اٹھتر (۷۸) سال کی ہوئی تو ایک روز اپنے چاروں صاحبزادوں کو طلب کیا اور بہت دیر تک ان سب کو نصائح اور وصایا فرماتے رہے۔ پھر آپ نے تینوں صاحبزادگان کے سامنے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالصمدؒ کو خلافت و سجادگی سے سرفراز فرمایا اور تمام سلاسل میں خصوصاً سلسلۂ نظامیہ میں بیعت کی اجازت دی اور اپنی جگہ مسند ارشاد پر بٹھایا۔ پھر اپنے صاحبزادے شیخ عبدالقدوسؒ سے فرمایا کہ تمہیں سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے فیض پہنچے گا۔

شیخ محمد اسمٰعیلؒ نے روز چہار شنبہ ۱۳ ربیع الاوّل ۸۶۰ھ کو وفات پائی۔ ردولی میں آپ کا مزار حضرت شیخ صفی الدینؒ کے مزار کے متصل جانب غرب واقع ہے۔[2]

ولادت اذکار الابرار میں ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی ولادت ۸۶۰ھ میں بہلول ہی کے عہد میں ہوئی ہے۔ حضرت شیخؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے

---

[1] انوار الصفی قلمی۔ [2] نسب نامہ قلمی از قاضی مظہر الحق ردولوی۔

ارتقاء میں ان کے والد ماجد حضرت شیخ محمد اسمٰعیل کا بڑا حصہ ہے۔

تعلیم

صغیر سنی ہی سے آپ کے طلب علم اور شوق کا یہ عالم تھا کہ دن رات حصولِ علم میں غرق رہتے تھے، زندگی کی ساری دلچسپیوں کا مرکز صرف حصولِ علم اور ذوقِ عبادت تھا۔ آپ سارا دن پڑھتے تھے اور رات کو عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔

شیخ کی جودت و طبّاعی اور غیر معمولی دلچسپی کو دیکھ کر آپ کے اساتذہ بھی آپ پر غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔

ترکِ تعلیم

جب جذبۂ عشق ربّانی نے زندگی کی اصل حقیقتوں کو آپ پر روشن کر دیا اور محبت الٰہی کی آگ سینے میں بھڑک اٹھی تو آپ نے تعلیم ظاہری کو چھوڑ کر اور ماسوی اللہ سے انقطاع کر کے خرقہ پوشی اختیار فرمائی اور ایک جذب کی کیفیت آپ پر طاری ہو گئی۔

جب آپ نے تعلیم کو چھوڑ دیا اور کتاب کو پھاڑ ڈالا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو بے حد صدمہ ہوا۔ تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ اگرچہ آپ نے سوائے ابتدائی کتابوں کے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ کی ساری عمر ریاضتوں اور مجاہدوں میں گزری، لیکن علم باطنی کی طرح علم ظاہری میں بھی کیفیت یہ تھی کہ علمی مسائل میں آپ کے ارشادات پر اکابر علماء اور اہل کمال کو آپ کے سامنے مجال دم زدن نہ تھی۔

بیعت

حضرت شیخ گنگوہیؒ نے اگرچہ براہ راست فیض حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولویؒ سے حاصل کیا تھا، لیکن مرید آپ اُن کے پوتے حضرت شیخ محمدؒ سے ہوئے۔ آپ پر تفرید و تجرید کا رنگ اس قدر غالب تھا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ مال و متاع دنیاوی سے کوئی چیز گھر میں موجود رہے۔

شیوخ کی خدمت

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میری عمر کا بڑا حصہ پانی کھینچنے، مٹی ڈھونے، لکڑی کاٹنے، جھاڑو دینے اور دوسرے اسی قسم کے کاموں میں صرف ہوا ہے۔ میرے شیوخ و اساتذہ نے میرے ہر کام کے لئے وقت مقرر کر دیا تھا، ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ میرا کوئی بھی وقت بیکاری اور غفلت میں نہ گزرے اور شیطان اور

نفس کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا موقع نہ ملے۔[۱]

عبادت | عبادت میں آپ نماز اور ذکر الٰہی اور تلاوتِ کلامِ پاک سے بڑا شغف رکھتے تھے۔ آپ صائم الدہر تھے اور تمام رات ذکر بالجہر میں گزر جاتی تھی۔

معیشت | حضرت شیخؒ حلال روزی حاصل کرنے کے لئے کھیتی باڑی کرتے تھے۔ جب ان کے کھیت میں غلہ تیار ہو جاتا تو سب سے پہلے اس میں سے فقراء کو دیتے پھر اس میں سے اپنی ضرورت کی حد تک رکھ لیتے۔[۲]

خلافت | ازدواج کے بعد آپ کو شیخ حضرت محمد علیہ الرحمۃ نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور آپ نے مختلف طبقات کے مشائخ اور خانوادوں سے خلافت حاصل کی، جس کی تفصیل یہ ہے:

شیخ عبدالقدوس، شیخ محمد، شیخ عارف، شیخ احمد عبدالحق، شیخ جلال الدین پانی پتی شیخ شمس الدین ترک، شیخ علاء الدین، شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی، خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ، خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ

ہجرت | ۸۹۷ھ میں جب کہ ردولی کے حالات خراب ہو گئے آپ اپنے وطن ردولی سے ہجرت کرکے شاہ آباد ضلع کرنال تشریف لے آئے اور یہاں تقریباً ۳۸ سال تک ارشاد وتلقین اور اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف رہے۔ ۹۳۴ھ میں اپنے ایک مخلص مرید ملک محمد عثمان کرانی کے اصرار اور بار بار کی استدعا پر گنگوہ تشریف فرما ہوئے۔ گنگوہ تشریف لا کر محلہ سرائے میں مقیم ہوئے، اتفاق سے محلہ سرائے میں آگ لگ گئی۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ آگ تیزی سے پھیلتی گئی۔ بہت سے لوگ جل کر تباہ ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کا سامان لٹ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ کے دستِ مبارک میں تسبیح و رومال تھا وہ بھی جل گیا۔ آپ اس حادثے سے بیحد متاثر ہوئے۔ اسی رات آپ کو الہام ہوا کہ اس قسم کے مصائب وحوادث پر تمہیں متاثر نہ ہونا چاہیئے۔ ہم نے تم کو قطبیت عطا کی ہے۔[۳]

۱۔ لطائف قدوسی ص ۳۰ ۔۔۔ ۲۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۴۱۷

۳۔ لطائف قدوسی ص ۴۳

کشف وکرامت کشف وکرامات بزرگی کی دلیل نہیں۔ اسی بناء پر بعض بزرگوں کا یہ مقولہ آج بھی زبان زد ہے کہ الاستقامتہ فوق الکرامتہ۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدائے بزرگ و برتر اپنے اولیاء کو اس نعمت سے بھی نوازتا ہے جو اُن کی عظمت کو سمجھنے کے لئے نشانِ راہ کا کام دیتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی زندگی میں بھی ہمیں خرق عادات کے واقعات ملتے ہیں جو واقعتاً کرامات تھے۔ ان کے راوی، ان کے مرید، خلفاء اور بعض علماء متاخرین ہیں جن کی صداقت وثقاہت میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ایک دفعہ حضرت شیخ موضع چھاج پور میں تشریف لائے جو نواح پانی پت میں ہے۔ رات کے وقت آپ ذکر و شغل میں مصروف تھے، رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی کہ آپ نے اچانک بلند آواز سے فرمایا:- اے گاؤں والو جلد از جلد اس گاؤں کو چھوڑ دو اور اپنا سامان اور مویشی لے کر نکل جاؤ کہ یہاں آگ لگنے والی ہے۔ لیکن آپ کی بات پر کسی نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس گاؤں میں آگ لگی اور سب جل کر خاکستر ہو گئے۔

صوفی شیخ جعفر حضرت شیخ کے خاص خادموں میں سے تھے۔ ان کے جسم میں حرارت کی یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ ہر وقت کہتے تھے کہ میں جلا جا رہا ہوں۔ ان کی موت میں کوئی شبہ باقی نہ تھا۔ حضرت شیخؒ کو ان کی حالت کی خبر ہوئی۔ فرمایا وہ تو ہمارا خادم ہے۔ یہ فرما کر آپ نے پانی دَم کر کے انہیں پلوایا اور خدا کے فضل وکرم سے انھوں نے شفا پائی۔[1]

علامہ اقبالؒ نے اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی افکار کی تجدید" میں معراج نبویؐ کے عظیم الشان واقعہ کی نسبت حضرت شیخؒ کے اس قول پر کہ "محمدؐ مصطفیٰ در قاب قوسین او ادنیٰ رفت و باز گردید واللہ باز نہ گردیم" تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"یہ ایک بہت بڑے صوفی مسلمان ولی اللہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ صوفیانہ ادب کے سارے سرمائے میں شائد ہی کوئی اور ایسی مثال مل سکے جس میں ایک

---

[1] لطائف قدوسی ص ۳۳

مختصر سے جملے میں نبی اور ولی کے فرق کو اس درجہ صاف اور واضح طریقے پر بیان کیا گیا ہو"
حضرت شیخؒ مسلک اہل سنت والجماعت کے شدت سے پابند اور فقہ حنفی کے پیرو تھے اتباع سنت کا ہر حال میں خیال رکھتے تھے۔ ہمیشہ آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ احکام شریعت وسنتِ نبوی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ یہاں تک کہ وجد و حال اور عالم جذب و مستی میں بھی احکامِ شریعت آپ کے پیش نظر رہتے تھے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے رشد و ہدایت کی شمع ایسے زمانے میں روشن کی جبکہ زندگی سُکر دوام میں تبدیل ہو رہی تھی۔ علماء سوء اپنے علم کو دنیا کے حصول کا وسیلہ بنائے ہوئے تھے اور جاہ و منزلت کے حصول کے لئے اپنے علم کو امراء کے قصائد اور اپنی تصانیف کو ان کی مدح کے لئے وقف کر رہے تھے۔ (خلاصہ مکتوبات قدوسیہ ص ۹۱)

وصال ۱۵ رجمادی الآخر ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں دوشنبہ کے دن حضرت شیخ کو جاڑے کے ساتھ بخار آیا چار روز تک سخت بخار رہا، پانچویں روز جمعہ تھا، آپ جمعہ کے دن کچھ دیر سوئے اس روز مزاج کچھ رو بصحت تھا۔ پھر نماز جمعہ ادا فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد پھر آپ کو بخار شروع ہوا چار روز تک پھر بخار آتا رہا۔ آخر ۲۳ رجمادی الآخر ۹۴۴ھ کو چاشت کے وقت ۸۴ سال کی عمر میں آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مزار مبارک آپ کا مزار مبارک قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور (یوپی) محلہ سرائے میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

شاعری حضرت شیخؒ کو قدرت کی جانب سے ایک والہانہ طبیعت عطا ہوئی تھی۔ آپ کے کلام میں بھرپور رچاؤ، لذت، کیفیت، سادگی، دل نشینی، سوز و گداز اور اثر آفرینی ہے۔ قارئین کی روحانی بالیدگی، ذہنی تازگی نیز فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے ہم چند اشعار تیمناً درج کرتے ہیں ؎

خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا   آئینہ اسمش نہادی خود باظہار آمدی
بندۂ قدوسؔ گنگوہی خدا را خود شناس   ایں ندا از غیب با اسرار می گوید بگو
درویش درعبادت دائم بروز و شب   درویش نیست آنکہ بخسپد خورد چو خر

من تیرِ عشق خوردم، من جاں ہدف بکردم　　من درامانِ عشقم، اے طالباں بدانید

ملفوظات حضرت شیخؒ نے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ حمیدالدینؒ کو علم وعمل کے فوائد پر ایک نہایت نصیحت آمیز اور اثر انگیز گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا، جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

"اے فرزند — فرصت کو غنیمت جانو، اور دن رات علم کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرو کہ علم حاصل کرنے کا وقت یہی (عنفوانِ شباب) ہے اور ہمیشہ طہارت، ادائے فرض وسنن میں خشوع وخضوع اور تعدیل ارکان کے ساتھ اس طریقے پر کہ جس طرح ہم کو صاحب شریعت نے تعلیم دی ہے لگے رہو کہ اس کام پر استقامت کرنے سے دو جہان کی سعادت اور دولت جاودانی اور بے شمار برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوتی ہیں اور تمہیں یہ بھی جاننا چاہیئے کہ مقصود علم سے عمل ہے کہ کل قیامت کے دن عمل کے متعلق پوچھا جائے گا نہ کہ کثرتِ علم کے متعلق، اور عمل کا مقصود اخلاص اور حق تعالیٰ کی محبّت ہے۔"

(زبدۃ المقامات ص ۱۰۰)